یادوں کے دریچے

پروفیسر سجاد حسین

انسان فطری اعتبار سے ناسٹلجک ہے۔ ماضی کی باتیں، قصے، کہانیاں اور واقعات کو یاد کر کے کبھی خوش ہوتا ہے اور کبھی غمگین ہوتا ہے۔ لیکن اِس غم کے اندر بھی ایک طرح کی طمانیت ہوتی ہے۔ یاد کتنی ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو، مگر پھر بھی اُس کے اندر ایک چھپی ہوئی خوشی کا احساس ہوتا ہے۔ میں بھی آج ایسی ہی یادوں کو قلم کی نذر کر رہا ہوں اور یہ یادیں ہیں بخاری کی، یہ یادیں ہیں اُس کی شیریں گفتگو کی، یہ یادیں ہیں اُس کے ساتھ گزرے چند مہینوں کی، اُن کھکھلاتی محفلوں کی جس میں بخاری کے پرلطف لطیفے سننے کو ملتے تھے۔ یہ یادیں ہیں اُس کے بے انتہا صبر کی اور افسوس صد افسوس یہ یاد بخاری کی المناک موت کی بھی ہے کہ جس نے بالآخر داغِ مفارقت دے کر ہماری ساعتوں کو بے رونق اور ہماری چاہتوں کو رسوا کر دیا۔

بخاری کے ساتھ میرا تعلق تو ایک لمبے عرصے پر محیط ہے لیکن پچھلے سات ماہ سے یہ قربت اِتنی رہی کہ ہمارا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اور رہنا سہنا تک ساتھ رہا۔ اور بڑی خوش قسمتی رہی کہ جیسا امیج اُس کا ہمارے ذہن میں بنا ہوا تھا، وہ اُس نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا۔

ہم ۲۰۰۲ء میں سعودی عرب میں ملازمت کے سلسلے میں آئے۔ میں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ ہم سے مراد ہم تین دوست یعنی محمد سلیم، ذوالکفل بخاری اور میں۔ ہماری ملازمت وزارتِ تعلیم میں تھی۔ میں اور سلیم صاحب باقی ساتھیوں سے دو ہفتے بعد سعودی عرب میں پہنچے۔ ہماری تعیناتی تبوک میں ہوئی۔ اُسی دن سے ذوالکفل بخاری کا غائبانہ تعارف کرایا گیا۔ جن دوستوں کے ساتھ وہ کچھ دن تبوک شہر میں رہے اُنھوں نے بخاری کی زندہ دلی، وسعتِ قلبی اور طنز و مزاح کی اعلیٰ استعداد جیسی صفات کے ساتھ اُن کا تعارف کرایا اور اُن کے چند ایک لطیفے بھی سنائے۔ دل میں حسرت ابھرتی رہی کہ کب اِس شخص سے ملاقات نصیب ہوگی۔ لیکن یہ وقت اِتنا جلدی نہیں آیا۔ ملاقات کی وہ خواہش وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی۔ ٹیلی فون نے اِس حسرت کی ایک جھلک دکھلائی اور بخاری صاحب نے کسی کام کے سلسلے میں میرے ہر دلعزیز دوست محمد سلیم سے رابطہ کیا جو اُس وقت منطقہ تبوک کے سپروائزر تھے۔ میں اور سلیم صاحب ایک عرصہ سے ساتھ ہیں۔ پھر ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری رہا اور خصوصًا جب چھٹیوں میں پاکستان گئے تو بخاری نے ملتان سے مانسہرہ آم بجھوا کر پیامِ محبت کی شیرینی اور ثبت کر دیا۔

ہماری پہلی بالمشافہہ ملاقات پانچ سال کے بعد املج میں ہوئی جب ہم عمرہ کرنے کی نیت سے تبوک سے نکلے اور بخاری کے دیرینہ اسرار کو ہم نے حقیقت کے روپ میں دیکھا۔ پہلی ملاقات میں بخاری مرحوم نے ہمارے دلوں میں گھر کر لیے۔ ہم اُن کی اس سادگی، حقیقت پسندی، اعلیٰ ظرفی، مہمان نوازی اور دریا دلی کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ ان کا وہ اخلاص، تکریم اور بڑاپن ہمیں گرویدہ کر گیا۔ اِسی سال ہی ایک بار پھر ہمیں املج میں، کہ بخاری مرحوم کا شہر تھا، رکنا پڑا۔ ہم مکہ کی طرف آ رہے تھے اور ہماری گاڑی کی شافٹ ٹوٹ گئی۔ مجبوراً ہم نے بخاری کو فون کیا۔ بخاری اُس وقت املج میں نہیں تھے لیکن اِس کے باوجود انھوں نے اپنے املج کے دوستوں کو بتایا کہ میرے دوست مشکل میں ہیں، لیکن اِن کو میری غیر موجودگی کا احساس تک نہیں ہونا چاہیے۔ اور پھر میں کیا بتاؤں کہ کس اخلاص اور محبت کے ساتھ اُن کے دوست ہمارے ساتھ پیش آئے۔ میرے پاس وہ الفاظ

نہیں کہ میں اُن کے اخلاص ومحبت کو قلم کی نذر کروں۔ کہا جاتا ہے:Man is known by the company he keeps بخاری مرحوم کے دوستوں سے اندازہ ہوا کہ بخاری کی عدم موجودگی میں اخلاص ومحبت کا یہ تقاضا ہے تو موجودگی میں کیا ہوتا۔ یہ بخاری کی شخصیت اور اس کے ایک اچھے دوست اور انسان ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سال ۲۰۰۷ء میں میری اور سلیم صاحب کی سلیکشن ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں ہوگئی۔ اور یہ بات میں فخر سے لکھتا ہوں کہ ہم دونوں نے سلیکشن لیٹر لیتے ہی سب سے پہلے بخاری ہی کو بتایا کہ وہ بھی کل آ کر Dean سے ملے اور انٹرویو دے۔ اُس وقت تو یہ ممکن نہ ہوسکا لیکن یہ ہم دونوں دوستوں کی خواہش تھی کہ ہم بخاری کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہم نے بخاری کے کاغذات جمع کروائے اور پھر ٹیسٹ وانٹرویو دِلوایا۔ اور پھر ظاہر ہے ذہانت میں اور لیاقت میں بخاری مرحوم اپنی مثال آپ تھے، ان کی سلیکشن ہوگئی۔ مکہ میں آنے کی بخاری کو بڑی تڑپ تھی اور بالآخر وہ ''مکاوی'' بن گیا۔

موت برحق ہے اور ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ بخاری کی موت کی یاد ضرور دل کو اداس کرتی ہے لیکن اِن اداس لمحوں میں بھی ایک طمانیت کا احساس ضرور ہے۔ ایسی موت خدا ہر ایک کو نصیب کرے۔ شہادت کی موت، حدودِ حرم میں موت، اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد کی موت اور سب سے بڑھ کر شہادت کی انگلی فضا میں بلند اور کلمۂ شہادت کے ورد میں موت کسی اعزاز سے کم نہیں۔ اور یہ بات اُس عسکری نے ہمیں بتائی جو سب سے پہلے جائے حادثہ پر پہنچا اور بخاری کو کلمۂ شہادت پڑھتے دیکھا۔ کتنے نصیب کی بات ہے کہ حرم میں نماز جنازہ، اور جنازے میں دس لاکھ سے زیادہ حجاج کا مجمع اور جنت المعلی میں تدفین۔ اِس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مکہ مکرمہ نے بخاری کو قبول لیا۔ حادثے سے لے کر اُس کی تدفین تک ۱۴ سے ۱۵ گھنٹے لگے، حالانکہ یہ وہ امور ہیں جن کو کرنے میں عموماً ہفتے بیت جاتے ہیں۔ اِس سے بھی بڑھ کر ایمان والی موت جس کی ان کی خواہش تھی اور مرنے سے چند دن پہلے وہ اس کا اظہار بھی کر چکے تھے۔ ایک دن وہ اور سلیم صاحب حرم کی طرف حاجیوں کے کپڑے لے کر نکلے اور نماز کا وقت ہوگیا۔ سلیم صاحب نے بخاری صاحب کے ذمہ کپڑے سنبھالنے کی ذمہ داری سونپی جو بخاری صاحب نے حسبِ معمول بڑی چاہت سے اور مسکراہٹوں میں قبول کی۔ اِس انداز پر سلیم صاحب نے بخاری سے عرض کیا کہ بخاری آپ کے لیے کیا دعا کروں تو بخاری صاحب کے لفظ تھے: ''ایمان کے ساتھ موت۔'' سلیم صاحب نے ازراہِ مذاق عرض کیا کہ کب؟ بخاری صاحب بولے: ''جتنا جلدی ہوسکے۔ میں گناہوں کا بوجھ مزید نہیں سہار سکتا۔''...... اللہ اللہ یہ ایمان والوں کی موت ہوتی ہے۔

بخاری صاحب اتوار والے دن یعنی ۲۷/ ذیقعدہ کو رخصت ہوئے۔ دو دن پہلے جمعہ کے دن جب ہم تینوں حرم کی طرف نمازِ جمعہ ادا کرنے نکلے تو مجھے کچھ تاخیر ہوئی۔ جب میں گاڑی میں بیٹھا تو انتہائی پیارے انداز میں میری طرف مڑ کر کہا کہ: ''کیا جمعہ پڑھنے کے لیے ڈاڑھی منڈوانا ضروری ہوتا ہے؟'' ہم اُن کا یہ سبق آموز طنز کبھی نہیں بھول سکتے۔ ہمارے اصرار پر بخاری مرحوم نے ڈاڑھی کے حوالے سے چند احادیث بیان کیں۔ ان کی بیان کردہ دلیلوں میں سے ایک کا مفہوم بیان کرتا ہوں، کہ قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو ڈاڑھی سے پہچانیں گے اور جن کی ڈاڑھی نہیں ہوگی اُن سے منہ پھیر لیں گے۔ اس کے ساتھ ہمیں ڈاڑھی رکھنے کی تلقین کی اور الحمدللہ ہم دونوں نے اُسی دن ڈاڑھیاں رکھ لیں کیونکہ دو دن بعد بخاری اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

ذوالکفل بخاری کی یادوں کے اتنے واقعات ہیں کہ میں لکھتا رہوں تو شاید ہی ختم ہوں۔ لیکن وقت کی کمی آڑے آ رہی ہے۔ بخاری ہم سے دور ہوگیا لیکن اس کی یادوں کے دیے ہمارے دلوں میں ہمیشہ سلگتے رہیں گے۔ ہمارے گھروں میں شاید ہی کوئی ایسا دن ہوگا جب ہم بخاری کو کسی حوالے سے یاد نہ کریں، ہماری شاید ہی ایسی نماز ہوگی جس میں ہم بخاری کے لیے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ بخاری ہماری نظروں سے تو اوجھل ہوگیا لیکن ہمارے دلوں میں گھر کر گیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ اس کو جنتِ فردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔